از خواجہ مظفر حسین ★

کلک رضا کی خلا پیمائی

مجھے آج بھی وہ دن اچھی طرح یاد ہے جبکہ ۱۹۷۵ء میں صوبہ بہار کے تعلیمی شہر بھاگلپور میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ وقت کے بلند پایہ علمائے کرام کا وہاں ایک قافلہ فروکش تھا۔ دوسری صبح چائے نوشی کے دوران وہاں چند آدمیوں پر مشتمل ایک گروہ جس میں مولوی صورت ادھیڑ عمر کا ایک آدمی بھی تھا میری قیام گاہ پر پہنچا۔ اس مولوی صورت آدمی نے نہایت متانت کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے اپنی تھیلی سے ایک ضخیم کتاب نکالی اور میرے سامنے پیش کی۔ یہ کتاب امام احمد رضا کے فتاوی کا مجموعہ فتاوی رضویہ حصہ دوم تھی۔ اپنی وضع قطع چال ڈھال ہی سے وہ آدمی بدمذہب معلوم ہوتا تھا۔ فراست مومنہ سے ہم نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کوئی اعتراض لے کر آیا ہے۔ میرے پوچھے بغیر ہی اس نے اپنا تعارف اس طرح پیش کیا کہ مجھ ناچیز کو محمد ہاشم قاسمی کہتے ہیں۔ اسی ضلع کے ایک دارالعلوم میں تدریسی خدمت انجام دیتا ہوں۔ خدمت میں حاضر ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب میں ایک بات کہی گئی ہے جو کسی طرح بھی عقل میں نہیں آتی اور پھر ص ۲۵۹ کھول کر میرے سامنے رکھ دیا اور خود ہی عبارت پڑھ کر مجھے سناتا رہا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب اور وقت مکروہ کیا ہے بینوا توجروا؟

الجواب: نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیئے نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا۔ "لانہا تعصر" یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے "الی ان قال" مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے تنہا جبکہ غبار کثیر یا ابر رقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اس قدرتی دائمی حیلولت کرۂ بخار کے سبب کہ افق کے قریب نگاہ کو اس کا کثیر حصہ طے کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قریب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اتنے اونچا ہوتا اور کرۂ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ خیرہ ہوتیں اور نگاہیں جھپنے لگتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے۔ جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے (شکل ع۲ میں ملاحظہ ہو۔)

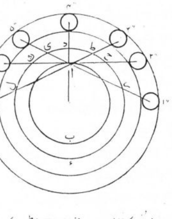

ا ب کرۂ زمین ہے ا۔ موضع ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے۔ د ء زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اواخر پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا

★ دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور فیض آباد

www.AlahazratNetwork.org

اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی "ہ" مرکز شمس ہے۔ "ا ب" ہر طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے۔ پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا چوتھے نمبر پر ٹھیک نصف النہار پر آتا پانچویں چھٹے نمبر ڈھلکتا ہوا۔ ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا۔ ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط "ا د" کا حصہ "ا س" کرۂ بخار میں گزرا اور دوسرے پر "ا ح" تیسرے پر "ا ط" چوتھے "ا د" اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں "ا س" سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے "ا ح" "ا ط" وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ نصف النہار پر خط "ا د" سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے۔ ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط "ا د" یعنی دوپہر کے وقت خط اگر ۴۵ ہی میل ہے جب بھی خط "ا س" یعنی وقت طلوع کا خط پانسو اٹھانوے میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے تو وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے جاتے ہیں "ا ی" برابر "ا ط" کے پڑتا ہے اور "ا ک" برابر "ا ح" اور "ا ل" برابر "ا س" کے ہے۔ یہاں سے واضح ہوگیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق وغرب میں ایک حد کے قریب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی ا ھ صفحہ ۲۵۹ تا صفحہ ۲۶۰

عبارت کے اختتام پر شخص مذکور اپنے اعتراض کی طرف رخ کرتے ہوئے اس طرح گویا ہوا کہ یہ کہنا تو بجا ہے کہ اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان خطوط میں "ا س" سب سے بڑا ہے۔ یہ بات اگر اقلیدس سے ثابت نہ بھی ہوئی جب بھی مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ یہ خط سب سے بڑا ہے اور نصف النہار کے وقت کا خط یعنی "ا د" سب سے چھوٹا ہے لیکن آگے چل کر جو یہ لکھا گیا ہے کہ ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط "ا د" یعنی دوپہر کے وقت کا خط اگر ۴۵ میل ہے جب بھی خط "ا س" یعنی طلوع کا خط پانسو اٹھانوے میل سے بھی زائد ہے۔ یہ بات کسی طرح بھی عقل میں نہیں آتی کہ "ا د" تو ۴۵ میل ہے اور "ا س" پانسو اٹھانوے میل سے بھی زائد ہے۔ جبکہ خود مفتی صاحب اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ عالم نسیم ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل ہے۔ "ا د" بھی اسی ۴۵ میل میں ہے اور "ا س" بھی اسی ۴۵ میل میں ہے تو ایک خط ۴۵ میل اور دوسرا خط ۵۹۸ میل سے زائد کیوں کر ہو سکتا ہے۔ معاف کیجئے گا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے محض ایک دھونس جمایا ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کیا آپ بات کی صداقت پر روشنی ڈال سکتے ہیں؟" مولوی صاحب اپنا اعتراض پیش کر کے خاموش ہوگئے، اور پُر مسرت چہرے سے آزو بازو بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ بہر حال اب ہمارے جواب دینے کی باری تھی ہم نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا کہ آپ تو اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ میں اس وقت ایک کانفرنس میں شرکت کی غرض سے آیا ہوں۔ اس لئے اس دقیق مسئلہ کی تحقیق کے لئے آپ میرے دارالعلوم فیضیہ اشی پور تشریف لائیے اور مہربانی کر کے اپنے ساتھ کسی ماہر ہندسہ داں کو لیتے آیئے انشاء المولیٰ وہاں آپ کو تسلی بخش جواب سے مطمئن کر دیا جائے گا کہ یہ دھونس نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ علم ہندسہ سے ناواقفی کی وجہ سے آپ کی عقل میں یہ بات نہیں آئی۔ اگر علم ہندسہ سے آپ واقف ہوتے تو آپ کو احساس ہوتا کہ مجدد مائۃ حاضرہ نے جو بات لکھی ہے وہ پتھر کی لکیر ہے، اور یہ بات لکھ کر ہم لوگوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ آدمی کچھ قاعدے کا تھا میری بات سن کر دارالعلوم فیضیہ آنے کی ایک تاریخ طے کی اور پھر رخصت ہوگیا۔

اگرچہ میرا خیال تھا کہ وہ بار دیگر میرے پاس آنے کی زحمت نہیں کرے گا لیکن یہ گمان کرتے ہوئے کہ کوئی بھی یہ مسئلہ پھر دریافت کر سکتا ہے لہٰذا کانفرنس سے واپس دارالعلوم لوٹتے ہی ہم نے اس مسئلہ کے جملہ مبادیات و مقررات کو سمیٹ کر جمع کر لیا۔ اور خلاف توقع جب وہ تاریخ متعینہ پر ایک آدمی کے ساتھ ہمارے دارالعلوم پہنچا تو مجھے قدرے حیرت ہوئی اپنے ساتھ لائے ہوئے آدمی کا تعارف کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ آپ انجینئر اور علم ہندسہ کے ماہر ہیں۔ اخلاقی تواضع کرنے کے بعد ہم نے

رچھا بریلی میں ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں
مولانا محمد عاقل مصباحی الجامعۃ القادریہ

www.AlahazratNetwork.org

ان کے سامنے وہ محاسبات پیش کرکے ان کو ہکا بکا کر دیا کہ امام احمد رضا نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سو فی صد حق اور صحیح ہے افادہ عامہ کے لئے ہم ان مقررات و مبادیات کو ذیل میں پیش کرکے اصل مسئلہ کو واضح کر رہے ہیں۔

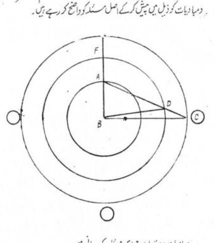

مبادیات و مقررات جو اس مسئلہ کے مبانی ہیں۔

۱۔ AF = ۴۵ میل عالم نسیم یعنی کرۂ بخار کا ثخن۔

AB = ۳۹۵۶٫۵۴۳ میل نصف قطر ارض۔

BC = ۹۲۹..... نو کروڑ انتیس لاکھ میل مرکز عالم تا مرکز شمس

BD = ۳۹۸۴٫۰۰۰ مرکز عالم تا سطح کرۂ بخار

AD = کرۂ بخار میں نظر کی وہ مسافت جسے معلوم کرنا ہے یعنی یہی خط ۱۱۱ ہے جسے امام احمد رضا نے پانسو اٹھانوے میل سے زائد بتایا ہے۔

۲۔ مثلث قائم الزاویہ کے دو ضلع اگر معلوم ہوں تو تیسرا ضلع اس طرح معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اگر وتر اور ایک ضلع معلوم ہو تو وتر کے مربع سے ضلع معلوم کے مربع کو تفریق کرکے باقی کا جذر لیں۔ یہی جذر مجہول ضلع کی مقدار ہے اور اگر دونوں ضلعے معلوم ہوں تو ان دونوں کے مربعوں کو جوڑ کر مجموعہ کا جذر لیں۔ یہی جذر وتر مجہول کی مقدار ہے۔

۳۔ کسی مثلث کے عمود کو بامقابل زاویہ کا سائن کہتے ہیں۔ یعنی اس اضافی قدر کو جسے عربی میں جیب کہتے ہیں اسی کو انگریزی میں عمود کے بامقابل زاویہ کا سائن کہتے ہیں۔

۴۔ علم مثلث سے ہر زاویہ کے سائن ثابت کرکے ایک سائن ٹیبل مرتب کیا گیا ہے جس سے کسی بھی زاویہ کا سائن معلوم کرکے اس زاویہ کی مقدار معلوم کی جاتی ہے۔ اس ٹیبل میں درج ہے کہ اگر سائن ایک ہو تو زاویہ کی مقدار نوے ڈگری ہوگی یعنی وہ زاویہ قائمہ ہوگا۔

۵۔ علم مثلث سے یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک نقطہ پر چھوٹے سے زاویہ بناتے ہوئے ایک ہی سمت میں جب دو خط طویل ایسے نکلیں کہ انتہا پر ان دونوں کے درمیان معمولی دوری ہو تو حسابیات میں اس نقطہ کے زاویہ کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور ان دونوں خطوں کو نفس الامر میں غیر متوازی ہونے کے باوجود حسابیات میں متوازی تسلیم کر لیا جاتا ہے ان دونوں خطوں کے مابین معمولی دوری پر جو دو زاویے بنتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو قائمہ تسلیم کر لیا جاتا ہے جبکہ فی الواقع کسی بھی مثلث کے دو زاویے ہیں سے ہر ایک قائمہ نہیں ہو سکتے۔

۶۔ اقلیدس میں ثابت ہے کہ مثلث متساوی الساقین کے قاعدے پر واقع دونوں زاویے باہم برابر ہوتے ہیں۔

وہ معلومات جو بطور مبادیات و مقررات اوپر مندرج ہوئے اسکی روشنی میں ہم اپنے مطلوب تک اس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا شکل میں ABC مثلث کا B زاویہ قائمہ ہے اس لئے اس مثلث قائم الزاویہ کا وتر یعنی AC کو مبادی ع۲ کے مطابق ہم اس طرح معلوم کرتے ہیں۔

$$AC = \sqrt{AB^2 + BC^2} = \sqrt{(\text{۳۹۵۶٫۵۴۳})^2 + (\text{۹۲۹.....})^2}$$

$$= \sqrt{\text{۱۵۶۵۴۲۳۲٫۵۱۰۸۴۹} + \text{۸۶۳۰۴۱..........}} = \text{۹۲۹۰۰۰۰٫۰۸۴}$$

نوٹ: یہاں اعشاریہ کا حصہ چونکہ ایک ہزار حصوں میں سے صرف ۸۴ حصے ہیں اس لئے اسے کالعدم قرار دیا گیا اس لئے بعد اسقاط اعشاریہ

AC = ۹۲۹۰۰۰۰ ـ

اس لئے مبادی ع۳ کے مطابق (A sine) یعنی زاویہ A کا سائن

$$\frac{BC}{AC} = \frac{\text{۹۲۹.....}}{\text{۹۲۹.....}} = \text{۱}$$ اس لئے مبادی ع۴ کے مطابق زاویہ A کی مقدار = ۹۰° یعنی نوے ڈگری ہے۔

اسی نتیجہ تک مبادی ع۵ سے بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ چونکہ خط ...

www.AlahazratNetwork.org

BC دونوں مرکز شمس یعنی نقطہ C کے پاس ایک چھوٹا سا زاویہ بناتے ہوئے نوکروڑ انتیس لاکھ میل کی دوری پر زمینی قطر کے ایک کنارے پر ایک خط دوسرے کنارے پر دوسرا خط اگرچہ ہیں اسلئے یہ دونوں خط غیر متوازی ہونے کے باوجود متوازی مان لئے گئے اور نقطہ C کے پاس کے زاویہ کو کالعدم قرار دے دیا گیا اسلئے A اور B پر ایک زاویہ قائمہ ہوگیا۔ بلکہ مبادی سے بھی اسی نتیجہ تک اس طرح رسائی ہوسکتی ہے کہ بعد استخراج اختصار یہ خط A اور B دونوں باہم برابر ہیں اسلئے اس کے قاعدے یعنی نصف قطر زمین پر دونوں زاوئے باہم برابر ہیں اور چونکہ زاویہ B قائمہ ہے اسلئے زاویہ A بھی قائمہ ہے۔ بہرحال ان سبق بیانات سے یہ ثابت ہوا کہ A زاویہ قائمہ ہے۔

مندرجہ بالا شکل میں یک دوسرا ABD مثلث ہے جس کے دو ضلع یعنی AB اور BD کی مقدار مترتب سے معلوم ہے اور اس مثلث کا زاویہ A کا قائمہ ہونا بھی سبق سے معلوم ہے اس لئے اس مثلث قائمۃ الزاویہ کے AD ضلع کو ہم مبادی سے اس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔

$$AD=\sqrt{BD^2-AB^2}=\sqrt{(۴۰۰۱٫۵۴۳)^2-(۳۹۵۶٫۵۴۳)^2}$$

$$=\sqrt{۱۶۰۱۲۳۴۶٫۳۸۰۸۴۹-۱۵۶۵۴۲۳۲٫۵۱۱۸۴۹}=$$

$$\sqrt{۳۵۸۱۱۳٫۸۶}=۵۹۸٫۴۴۶۱۰-$$

یعنی خط AD جو کرہ بخار یا نظر کی مسافت ہے وہ مندرجہ بالا قاعدے سے معلوم ہوگیا کہ اس کی مقدار پانسو اٹھانوے میل سے کچھ زیادہ ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کے محاسبات کو میں اپنے الفاظ میں پیش کر رہا تھا اور گاہ بگاہ نظر اٹھا کر اپنے دونوں مخاطب کو بھی دیکھ رہا تھا انجینئر صاحب کے چہرے پر طمانیت اور لبوں پر تبسم تھا لیکن مولوی صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میری فراست یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ یہ ہوائیاں خود ان کی اپنی جہالت کی وجہ سے تھی یا امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کے رعب کا اثر تھا۔ ••

(بقیہ صفحہ ۱۰ کا)

اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ (سورہ سبا آیت ۱۱)

اندازے کا خیال رکھو۔ اور اے آلِ داؤد نیک کام کیا کرو۔ بلاشبہ تم جو کچھ کرتے ہو ہم اس کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ لوہا ان کا ہاتھ لگنے سے موم اور آٹے کی طرح نرم ہوجاتا اور جس طرح چاہتے اس کو اس شکل میں ڈھال لیتے۔ ساتھ ہی زرہ سازی کا بھی ہنر سکھایا، پگھلانے کا بھی ہنر سکھا دیا جس سے آپ بڑی آسانی سے پگھلا کر مختلف قالبوں میں ڈھال لیتے۔ اور ساتھ ہی زرہ سازی کی باریکیوں سے بھی باخبر کردیا۔ بتایا کہ زرہیں چھوٹی اور تنگ نہ بناؤ ورنہ پہننے والے کی تکلیف کا باعث ہوسکتا ہے۔ بہرحال یہ تمام باریکیاں ان کو سکھا دی گئی:۔

(۱) حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام جو زمین کے بادشاہ اور نبی تھے حکومت ہر شئی پر چلا کرتی تھی آگ، پانی، ہوا، مٹی سب آپ کے زیر حکومت تھے درختوں کے پتوں اور چھال سے پنکھے، بوریاں، زنبیل (ٹوکریاں) تیار کرکے گذارہ کرتے تھے۔

(تفسیر عزیزی، تفسیر ضیاء القرآن)

ہمارے نبی کا پیشہ

خود ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسب حلال کے لئے جدوجہد فرماتے حالانکہ ہمارے سرکار کو کیا کمی تھی؟ پھر بھی آپ نے بکری چرانے کا پیشہ اختیار فرمایا اور تجارت بھی فرمائی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں کہ آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال لے کر ملک شام تجارت کی غرض سے ان کے غلام کے ساتھ تشریف لے گئے اور آپ کو اس تجارت میں بیحد منافع ہوا ـــ اور ـــ امانت و دیانتداری کے ساتھ سارا مال ان کے حوالہ فرمادیا اور یہی سبب بنا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا۔

••

www.AlahazratNetwork.org